جشن ربیع الاول محبت کے آئینہ میں

وعظ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب ؒ

فہرست مضامین

تاریخ ولادت غلط فہمی
تاریخ وفات میں غلط فہمی
میلاد کی حقیقت
ایک سوال
صحابہ کرام ؓ کا عشق رسول ﷺ
پہلی مثال
دوسری مثال
صحابہ کرام ؓ کے حافظے
قوت حافظہ کے مثال
محدثین کرام کا حیرت انگیز حافظہ
پہلی مثال
دوسری مثال
تیسری مثال
اصل سبب
سلف کا جذبہ حفاظت دین
آج کل کے عشاق
ایک اعتراض اور جواب
رسالت کا حقیقی مقصد
اس بدعت کی ابتداء
اہل بدعت سے سوال
بدعت میں کیا کیا مفاسد ہیں
لمحہ فکریہ
امتحان محبت میں کامیابی وناکامی کا معیار
ایک حدیث کی تشریح
آج کل کے مسلمان کی حالت

آج ربیع الاول کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق کہنے کی توفیق عطاء فرمائیں اوراس مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ محسن اعظم ﷺ کی ولادت اوروفات کس تاریخ میں ہوئی ؟

تاریخ پیدائش میں غلط فہمی:

یہ بات جوزبان زدعوام خواص ہوگئی ہے کہ ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت اور ۱۲ ربیع الاول ہی تاریخ وفات ہے یہ بالکل غلط ہے تعجب کی بات یہ ہے کہ ترقی کے اس زمانہ میں جو ایٹم کا زمانہ کہلاتا ہے جس میں ایٹم کو تقسیم کرآگے اس کی تقسیم در تقسیم ہورہی ہے، پروٹان اور پھر اس کے کوارکس بھی نکال ڈالے، مگر اتنا موٹا سا حساب لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا اس سے معلوم ہوا کہ جو بھلوادی گئی اس میں بھی اللہ کی حکمت پوشیدہ ہے ورنہ اتنا ترقی یافتہ دماغ جو زہرہ اور چاند پر کمندیں ڈال رہا ہے چاند اور سورج کی حرکتوں کو ماپ رہا ہے منٹوں سیکنڈوں اوراعشاریہ دراعشاریہ کا حساب لگانے والا یہاں آکر کیسے مات کہا گیا آپ نے دیکھا ہوگا کہ آیندہ سالوں کی جو جنتریاں شائع ہوتی ہیں کہ مثلا یکم جنوری کو ربیع الاول کی اتنی تاریخ ہوگیی اور یکم فروری کو ربیع الاول کی اتنی۔

سال بھر کی جنتری پہلے ہی تیار کر کے شائع کردیتے ہیں ایک سال کیا سینکڑوں سالوں کی جنتریاں پہلے سے ہی شائع ہورہی ہیں پھر آپ سالہا سال سے دیکھ رہے ہیں کہ چاند دیکھ کر فیصلہ کرنے اوران حسابی فیصلوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا کبھی فرق ہوا بھی تو صرف ایک دن کا، تو کیا ان لوگوں پر وحی نازل ہوتی ہے کچھ نہیں یہ کوئی گہری بات نہیں صرف اتنی سی بات ہے کہ شمسی اور قمری سال کی آپس میں نسب دیکھ کر ان کا حساب نکال کر ان کو آپس میں مطابقت دی بس نتیجہ سامنے آگیا پوری دنیا کے حسابات اسی طرح چل رہے ہیں یورپ اورلندن کی شاہی رصدگاہوں سے اس پر کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں، ان حسابات کی رو سے بھی ولادت اوروفات کی یہ تاریخ کسی صورت نہیں بنتی بلکہ بننے کا کوئی امکان ہی نہیں اگر کوئی محاسب اس تاریخ کو حساب سے ثابت کرے تو ذرا یہ ہمیں بھی بتادے کے حساب کیسے لگایا ہے؟

بیشمار کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں مگر محققین اس نقطہ پر متفق ہیں کہ یہ تاریخ یوم ولادت قرار پاتی ہے نہ ہی یوم وفات، یہ بالکل بدیہی اورواضح غلطی ہے، دیکھیے آج بروز جمعہ ۲۴ ربیع الاول ہے اور ۳۰ دسمبر، اگر کوئی کہے کہ ۳۱ دسمبر ہوگی پیر کے دن تو سب اس کو بیوقوف کہیں گے یا نہیں؟ یہ ہوسکتا ہے کہ ۳۰ دسمبر تو جمعہ کے دن ہو اور ۳۱ بجائے ہفتے کے پیر کو آجائے! مگر وہ ایک رٹ لگائے جارہا ہے کہ ۳۱ دسمبر ہوگی پیر کے دن ۳۱ دسمبر ہوگی پیر کے دن۔

اگر پیچھے لوٹ کر گزشتہ چودہ سال کا حساب لگانا مشکل کام ہے تو چلئے بالکل مختصر سا حساب بتاتا ہوں اس پر پوری دنیا کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری حج جمعہ کے دن ۹ ذوالحجہ کو ہوا سواس سے ۶۳ سال پہلے کا حساب کرلیا جائے تو پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کسی صورت نہیں بنتی بلکہ اس کے قریب بھی نہیں بنتی صحیح حساب اگر بنتا ہے تو پہلی تاریخ کا یا آٹھویں یا نویں کا، اس لئے کہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن یہ دونوں باتیں تو مسلم ہیں اوران دونوں کا اجتماع ۱۲ تاریخ کسی صورت ممکن نہیں البتہ مذکورہ تاریخوں میں سے کوئی سی تاریخ لے لی جائے تو حساب بن جاتا ہے ۔ علامہ مغلطائیؒ نے ۲ ربیع الاول قرار دی ہے ابن عباس وجبیر ابن مطعمؓ سے ۸ ربیع الاول ماثور ہے اور اکثر محدثین ومورخین کا یہی مختار ہے ۔

تاریخ وفات میں غلط فہمی:

اب لیجیے وفات کا حساب، سو یہ تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے، ولادت میں تو ۶۳ سال پیچھے جانا پڑتا ہے اس میں صرف ۳ مہینے کا حساب ہے اور بالکل بدیہی ہے جسے عام شخص بھی نکال لے ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن تھی اس کے بعد آپ ﷺ کی وفات تک صرف تین چاند بنتے ہیں محرم ،صفر ربیع الاول، ان کا حساب بالکل ان پڑھ سے ان پڑھ شخص بھی نکال سکتا ہے، تینوں چاند ۲۹ کے لگالیں تو پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول نہیں بنتی۔ تینوں چاند ۳۰ کے لگالیں تو نہیں بنتی دو چاند ۳۰ کے لگالیں تو نہیں بنتی دو ۲۹ کے لگالیں تو نہیں بنتی اگر ایک ۳۰ کا لگالیں تو پیر کو بارہ ربیع الاول نہیں بنتی اگر پیر کو

بارہ ربیع الاول بنتی ہے تو اس طرح کہ بنتی ہے کہ دو لگالیں ۳۰ کے اور ایک لگائیں ۳۱ کا، سو آپ ہی بتائیں کہ ۳۱ کا کبھی چاند ہوا ہے؟

اولاً ۳ چاند مسلسل ۳۰ کے ہوں یہ بھی ذرا مشکل ہے مگر پھر بھی ممکن ہے کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے مگر ۳۱ کا کیسے مانیں؟ اس سے ثابت ہوا کہ وفات کی تاریخ جو ۱۲ ربیع الاول مانی جاتی ہے یہ بھی بالکل غلط ہے اس کا بھی کوئی امکان نہیں ۔ پھر حقیقت کیا ہے؟ صحیح تواریخ سے اتنا تو ثابت ہے کہ وفات ابتداء ربیع الاول میں ہوئی اور پیر کے دن ہوئی، شمسی اور قمری سالوں کو اگر تطبیق دی جاتی ہے یا اسی طرح تین چاندوں کا حساب لگایا جاتا ہے تو ربیع الاول کی ابتداء میں پیر کے دن جو تاریخیں صحیح ہوسکتی ہیں ان میں سے اکثر نے ۲ ربیع الاول کو اختیار کیا ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کتب تاریخ میں دراصل یوں لکھا تھا ''**ثانی شهر ربیع الاول** ۔'' شہر مہینے کو کہتے ہیں یعنی ماہ ربیع الاول کی دو تاریخ مگر بعد میں کسی ناقل سے لکھنے یا پڑھنے میں غلطی ہوگئی اس نے اس کو پڑھ لیا ''**ثانی عشر ربیع الاول** ۔'' ثانی عشر کہتے ہیں ۱۲ کو۔ اصل لفظ تھا شہر اسے عشر پڑھ لیا گیا اس طرح دو کا بارہ بن گیا اور یہ غلط بات پھیل گئی بعض نے اختلاف مطالع کی تاویل کی جو بالکل باطل ہے اس کی تفصیل احسن الفتاوی جلد ۹ ''مسائل شتی'' میں ہے۔

میلاد کی حقیقت:

دوسری بست یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں یہ عید میلاد النبی نہیں تھی اور اس طریقے سے جلسے جلوس نہیں نکالے جاتے تھے، ایصال ثواب کے نام پر دعوتیں نہیں اڑائیں جاتیں تھیں ۔ آج کے مسلمان نے یہ ایصال ثواب بھی اچھا نکالا ہے، ایصال کے معنی پہنچانا اور ثواب کے معنی اچھی چیز یعنی لڈو پہنچاؤ۔ مسلمان کا ایصال ثواب سارا کرکرا کے یہ رہ گیا کہ بس دیگیں چڑھاؤ قورمے پیٹ میں اتارو مرغیاں اڑاؤ پھر ہضم کرنے کے لئے اوپر سے سوڈے کی بوتلیں چڑھاؤ، سبحان اللہ! کیا کہنا اس ایصال ثواب کا، یا اللہ! تو ہی اس قوم کو ہدایت دے، اللہ کے بندے کسی سے پوچھ لیا ہوتا کہ ایصال ثواب کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ مختصر یہ کہ ایصال ثواب کا یہ طریقہ کہ خود ہی پکاؤ اور خود ہی کھاؤ یہ ایصال ثواب نہیں شکم پرستی ہے آج اس موضوع کو نہیں چھیڑتا ورنہ اصل موضوع رہ جائے گا میرا وعظ ''بدعات مروجہ'' اور ''مرض وموت'' پڑھ لیجیے۔

صحابہ کرام کے دور میں اگر عید میلاد منائی جاتی تھی تو سوچئے پھر کیا اس کی تاریخ کے بھول جانے کا کوئی امکان تھا؟ ظاہر ہے کہ کوئی امکان نہیں تھا فرض کیجیے آج کوئی ولی اللہ صاحب کرامت بزرگ اپنی کرامت سے پیش گوئی کردے کہ ۵ سال بعد بلکہ ۵ چھوڑ کر ۵۰ یا ۱۰۰ سال بعد لوگ اس من گھڑت تاریخ ولادت یعنی ۱۲ ربیع الاول کو بھول جائیں گے تو کیا اس کی اس پیش گوئی کو صحیح سمجھا جائے گا اس پر ہر شخص یہی کہے گا کہ ناممکن ہے، تاریخ بھولنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ پوری دنیا یہ دن منا رہی ہے ہر شہر میں ہر گلی کوچوں میں اتنے ہنگامے اتنے ریڈیو اور ٹی وی پروگرام الگ، جن میں گانے والے مردوں سے زیادہ گانے والی عورتیں گا گا کر سنا رہی ہیں آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ تاریخ آئندہ بھلا دی جائے؟

دنیا سے اوجھل ہو جائے؟ کوئی عقل مند یہ بات باور کرنے کو تیار نہیں ہوگا سوچئے کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی صورت حال اگر یہی ہوتی اسی کیفیت سے جلسے جلوس دعوتیں ہوتیں میلاد پڑھے جاتے تو یہ تاریخ کوئی بھول سکتا تھا؟ اصل تاریخ میں تحریف کیسے ہوتی اختلاف کیسے پڑتا؟ اتنی بات تو یقینی ہے کہ یہ تاریخ اصل تاریخ نہیں اس میں تحریف ہو چکی ہے لہذا ثابت ہوگیا کہ یہ سارے ہنگامے جو آج ہو رہے ہیں صحابہ کرامؓ کے دور میں نہ تھے اس وقت ان کا کوئی اتا پتا نہیں یہ ساری خرافات بہت بعد کی پیداوار ہیں اصل تاریخ کا بھول جانا اس کی واضح دلیل ہے اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی، یہ دو باتیں ہوگئیں۔

ایک سوال:

تیسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ یہ تاریخ کیوں بھول گئے جب یہ ثابت ہو چکا کہ ۱۲ اصل تاریخ نہیں اور تاریخ کے متعلق صحابہ کرام سے کوئی ثبوت نہیں تو صحابہ کرام اس سے غافل رہے؟ انہوں نے اس بات کو کیسے نظر انداز کر دیا سوچئے ذرا غور کیجیے کیا صحابہ کرامؓ کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت میں کوئی کمی تھی؟ یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا بلکہ حضرات صحابہ کرامؓ کی محبت کے بارے میں بلاتردد دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جب سے دنیا

پیدا ہوئی اس وقت سے لے کر جب تک دنیا رہے گی پوری تاریخ میں محبت کی ایسی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی صحابہ کرامؓ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے ساتھ جتنی محبت تھی جتنا عشق تھا، اس کی نظیر دنیا نے اب تک پیش کی ہے نہ پیش کر سکتی ہے، دنیا میں کسی کے ساتھ اتنی محبت ہو ہی نہیں سکتی ممکن ہی نہیں اپنی جانیں، اولاد، اپنے اموال، اپنی تجارتیں اور وطن غرض سب کچھ جو ان کے بس میں تھا آپ ﷺ پر نچھاور کر دیا پھر یہ تو ان بے مثال قربانیوں کو کچھ اہمیت بھی نہیں دیتے، یہ تھی ان حضرات کی محبت، دو تین قصے بھی سنا دوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق نبوی ﷺ:

پہلی مثال:

حضرت انسؓ نے ایک بار دیکھا کہ آپ کھانا تناول فرما رہے ہیں سالن میں گوشت اور لوکی کے ٹکڑے ہیں دونوں کا ملا ہوا سالن ہے، آپ ﷺ کھانے کے دوران پیالے میں لوکی کے ٹکڑے تلاش کر کر کے تناول فرما رہے ہیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں اس روز سے مجھے لوکی کے ساتھ محبت ہوگئی۔ (ابو داؤد)

کہنے میں تو یہ بات آسان ہے مگر اس پر ذرا سا غور کیجیے یہ نہیں فرماتے کہ اس روز سے میں نے لوکی کھانا شروع کر دی بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ لوکی کے ساتھ محبت ہوگئی کھانے کی چیز کسی کو مرغوب ہونا پسند ہونا یہ ایک طبعی امر ہے دل کا ذوق جو دوسرے کے کھانے سے یا پسند کرنے سے بدل نہیں سکتا مگر صحابی رسول ﷺ کا ذوق بدل گیا اندر کی کیفیت تبدیل ہوگئی، کیا دنیا محبت کی ایسی انوکھی مثال پیش کر سکتی ہے کہ کوئی محبّ اپنے محبوب کو کوئی چیز صرف کھاتے ہوئے دیکھ لے اور اس کے اندر کا طبعی ذوق تبدیل ہو جائے؟ کبھی نہیں، مگر حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے محبوب ﷺ کو لوکی تناول فرماتے ہوئے دیکھا بس اسی وقت سے لوکی مجھے مرغوب ہوگئی محبوب کی ادا دیکھ کر اندر کی کیفیت فوراً بدل گئی دل کے اندر ہی اندر انقلاب برپا ہوگیا، ذرا سوچئے اس کو یہ کتنا بڑا انقلاب ہے۔

دوسری مثال:

حضرت معاویہ بن قرہؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے گریبان کے بٹن کھلے ہوئے تھے یہ قصہ سن کر حضرت معاویہؓ اور آپ کے صاحبزادے کو یہ ادا ایسی پسند آئی کہ دونوں نے عمر بھر اپنا گریبان کھلا رکھا کبھی بند کیے ہے نہیں۔ (ابو داؤد)

حالانکہ یہ آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ نہیں تھی اس وقت اتفاق سے گریبان کھلا ہوا تھا مگر خاص نظر جو محبوب پر ڈالی تو نظر پڑتے ہی یہ خاص کیفیت ایسی پسند آئی کہ مرتے دم تک اسے نہیں چھوڑا عمر بھر بٹن نہیں لگائے۔

تیسری مثال:

حضرت ابو محذورہؓ ابھی بچے تھے مسلمان نہیں ہوئے تھے ایک بار رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو دیکھا کہ چند بچے کھڑے ہو کر مسلمانوں کی اذان کی نقل اتار رہے تھے بچوں کا کیا ان کو ایک کھیل ہاتھ آ گیا تھا اللہ تعالیٰ جب کسی کی ہدایت کا سامان فرماتے ہیں تو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں ہدایت کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ دیکھیے ان کی ہدایت کا کیا سامان ہو رہا ہے کہ نقل اتارتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے دیکھ لیا بچے تو اور بھی بہت تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کیسے اذان دے رہے تھے ذرا سناؤ انہوں نے اذان شروع کی اللہ اکبر تو بلند اواز کے ساتھ چار بار کہہ دیا اس لئے کہ اللہ کی کبیرائی کے قائل تو کفار بھی تھے لیکن جب اسکے بعد شہادت کی بات آئی تو حید و رسالت کی شہادت۔

اب ڈر گئے کہ یہ کلمات کیسے ادا کروں؟ کہیں عزیز و اقارب نے دیکھ لیا یا آواز سن لی تو پٹائی ہو جائے گی، اس لئے شہادتین کے کلمات کہہ تو دیے لیکن مگر بالکل آہستہ دھیمی آواز سے، رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھا اور فرمایا بلند آواز سے کہو بس آپ ﷺ کا دست مبارک رکھنا تھا کہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے اور بلند آواز سے یہ کلمات پھر دہرائے اب ان کا عشق دیکھیے انہوں نے کیا کیا؟ ایک تو یہ کہ اذان کی حقیقت یہی ہے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمدا رسول اللہ دو بار کہے جائیں اور شروع ہی سے بلند آواز کے ساتھ کہے جائیں مگر انہوں نے یہ سوچ کر کہ

میرے محبوب ﷺ کے ساتھ میرا کیا معاملہ ہوا تھا کہ پہلے یہ کلمات آہستہ آواز سے کہے تھے پھر بلند آواز سے دہرائے بس عمر بھر یہ معمول جاری رکھا، جب بھی اذان دیتے پہلے شہادتیں دبی آواز سے پھر بلند آواز سے (ابو داود، نسائی)

ایک کام تو یہ کیا اور دوسرا کام یہ کیا، ذرا دلوں پر ہاتھ رکھ کر سنیئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو سر پر ہاتھ رکھ دیا تو انہوں نے پھر عمر بھر سر کے بال نہیں مونڈائے کہ یہ وہ بال ہیں جو جن پر میرے محبوب ﷺ کا ہاتھ پھر گیا، یہ تھی ان حضرات کی محبت کہ جن بالوں پر آپ ﷺ کا ایک بار ہاتھ پھر گیا عمر بھر ان بالوں کی حفاظت کی اور آج کا عشق نبوی ﷺ کا مدعی رسول اللہ ﷺ کی مبارک صورت کو اختیار کرنے کو تیار نہیں چہرے پر روز اٹھ کر پھاوڑہ چلاتا ہے۔ ذرا سوچیے غور کیجیے یا اللہ! تو ایسی محبت عطا فرما کہ تیرے حبیب ﷺ کی صورت مبارکہ سے محبت ہو جائے اور ایسی محبت ہو جائے کہ ساری دنیا طعن کرتی رہے مذاق اڑاتی رہے مگر یہ کسی کی پرواہ نہ کرے، یہ بات تو درمیان میں آگئی محبت کے واقعات پھر کبھی سناؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ واقعات بھی اس لیے بتائے کہ صحابہ کرامؓ جو ولادت اور وفات کی تاریخ بھول گئے تو کیا اس کا سبب ان کی محبت میں کمی تھا؟ کبھی نہیں یہ بات تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، پھر دوسری وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ کیا حافظے ان کے کمزور تھے؟ آج تو لوگوں کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ فجر کے نماز میں کونسی صورت پڑھی گئی، امام کو ہی یاد نہیں رہتا دوسروں کی کیا بات خیر فجر کی بات تو دور رہی ابھی مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہو کر ایک دوسرے سے ذرا پوچھ لیں کہ کون سی رکعت میں کیا پڑھا گیا شاید ہی کسی کو یاد ہوگا، ہاں اگر مسلمان سے یہ پوچھا جائے کہ میلاد میں کیا ہوا تھا کون کون سے کھانے تھے؟ تو شاید گزشتہ سال کے بھی فر فر سنا دے، ایسی باتیں نہیں بولتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حافظے:

صحابہ کرامؓ کے حافظے کمزور نہیں تھے عشق و محبت کی مانند ان کے حافظے انکی قوت یاداشت بھی ضرب المثل تھی

قوت حافظہ کی ایک مثال

حضرت وحشیؓ کے پاس حضرت حمزہؓ کا شہادت کا قصہ معلوم کرنے کے دو شخص آے ایک نے کہا انہوں بالکل بچپن میں مجھے دیکھا تھا ذرا ان کے حافظے کا امتحان لیں کہ پہچان لیتے ہیں یا نہیں؟ اس نے اپنا چہرہ اور پورا جسم خوب اچھی طرح چھپا لیا، صرف آنکھیں اور پاؤں کھلے تھے، حضرت وحشیؓ سے پوچھا کیا آپ مجھے جانتے ہیں انہیں نے پاؤں پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ جب میں غلام تھا تو میرے آقا کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا میرے آقا نے کہا تھا کہ اس بچے کو اٹھا کر لے جاؤ اور فلاں دودھ پلانے والی انا کو دے آؤ، اس زمانے میں یہی رواج تھا مائیں خود دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ فرمایا کہ آپ کے پاؤں بالکل اس بچے سے ملتے جلتے ہیں اور وہ واقعتاً وہی بچہ تھا، اندازہ لگایئے کیا حافظہ تھا، اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جب بچہ دودھ پلانے کے لئے انا کے حوالے کیا جاتا ہے تو اس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، چند گھنٹے تک خوراک کے بغیر رکھا جائے تو زندہ ہی نہیں رہ سکتا، اس بچے کی عمر بھی گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہوگی دوسری بات کہ ایسے وقت بچے کا چہرہ دیکھا جاتا ہے پاؤں کو کوئی نہیں دیکھتا اور چہرے کو بھی اس توجہ اور انہاک سے کون دیکھے گا کہ مدت کے بعد میرا امتحان لیا جائے گا، اس لئے اس صورت کو خوب غور سے دیکھ کر اس کو یاد رکھوں ایسے چہرہ ایک سرسری نظر سے دیکھا جاتا ہے پاؤں تو اور زیادہ سرسری نظر سے دیکھے جائیں گے مگر اس سب باتوں کے باوجود حضرت وحشیؓ اس نقاب پوش نوجوان کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ وہی شیر خوار بچہ ہے جو میں نے اٹھایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک بار رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھا دی آپ ﷺ نے کچھ پڑھ کر اس پر دم کیا کہ اس کو سینے سے لگا لو، میں نے لگا لی اس وقت سے کوئی بات جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو نہیں بھولا (متفق علیہ)

محدثین کرام رحمہم اللہ کا حیرت انگیز حافظہ:

اب آگے حضرات محدیثین رحمہم اللہ کے حافظوں کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجئے حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد جنہوں نے دین کی حفاظت کی۔

پہلی مثال:

امام بخاریؒ ایک جگہ تشریف لے گئے ابھی بالکل نوعمر تھے لیکن شہرت ہو چکی تھی وہاں کے محدثین کو خیال ہوا کہ ان کا امتحان لیا جائے چنانچہ دس محدثین نے دس دس حدیثیں اس طرح یاد کیں کہ ہر حدیث کی سند ایک کی متن دوسری کا اسی طرح ایک ٹکڑا ایک حدیث کا دوسرا دوسری حدیث کا، اس طرح سے حدیثوں میں قطع و برید کر کے ایک شخص نے دس دس حدیثیں یاد کیں اور آ کر بیٹھ گئے امام صاحبؒ کا امتحان لینے۔ پہلی حدیث پڑھی آپ نے فرمایا کہ لا ادری مجھے نہیں معلوم، دوسری حدیث پڑھی تو بھی لا ادری میں نہیں جانتا تیسری چوتھی پانچویں غرض آخر تک ہر حدیث کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ لا ادری میں نہیں جانتا حاضرین سب حیران کہ ہر حدیث کے جواب میں لا ادری لا ادری گو کہ نوعمر تھے مگر قوت حافظہ اور حدیث دانی کی دھاک دنیا پر بیٹھ چکی تھی اور اسی لیے اتنا بڑا اجتماع ہوا، لوگ تو اس امتحان سے تشویش میں پڑ گئے مگر وہ ممتحن حضرات سمجھ گئے کہ کامل ہیں، ان کا جواب کم علمی کی دلیل نہیں بلکہ کمال کی دلیل ہے ہم تو غلط ملط کر کے پوچھ رہے ہیں

جو واقعی حدیث نہیں ہے لہذا ان احادیث کے متعلق لا ادری کہنا بجا ہے، جب سو احادیث پڑھی جا چکیں تو آپ نے فرمایا سنو اب میں پڑھتا ہوں۔ سو کی سو احادیث صحیح سند صحیح متن کے ساتھ سنا دیں۔ مورخین کہتے ہیں کہ سو احادیث پڑھ دینا امام بخاریؒ کا کوئی کمال نہیں بھلا جس کو لاکھوں حدیثیں ازبر ہوں وہ سو حدیثیں سنا دے تو کیا کمال ہے کمال یہ ہے کہ جس ترتیب سے ان محدثین نے سو حدیثیں پڑھیں تھیں اس ترتیب سے سنگ دیں، اسی مجلس میں ایک بار سن کر سو حدیثیوں کی ترتیب یاد ہو گئی چنانچہ اسی ترتیب سے سنا دیں پہلے محدث کی دس حدیثیں پہلے سنا دیں ترتیب وار، دوسرے کی اس کے بعد ترتیب وار تیسرے کی اس بعد آخر تک۔ بتائیے ایسا غضب کا حافظہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ آج دنیا اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے؟

دوسری مثال:

ایک محدث فرماتے ہیں میں نے سو حج کئے ہیں اور ہر حج الگ اونٹ پر کیا ہے ان سو اونٹوں میں سے جو اونٹ میرے سامنے لایا جائے دیکھ کر بتا دوں گا کہ اس اونٹ پر میں فلاں حج کیا تھا ان کو انٹوں کا حلیہ صرف یاد نہیں رہا بلکہ یہ تفصیل بھی یاد رہی کہ اس اونٹ پر کس سال حج کیا تھا اور اس پر کس سال، اسطرح سو اونٹوں میں سے ہر ایک پر حج کرنے کا سال بھی یاد۔

تیسری مثال:

آخر میں حضرت امام ترمذیؒ کا قصہ بھی سن لیجیے۔ آخر عمر میں آپ کی نظر جاتی رہی نابینا ہو گئے تھے، ایک بار اونٹ پر سوار ہیں کہیں جا رہے ہیں راستے میں جاتے ہوئے اچانک ایک جگہ سر جھکا دیا، خادم نے پوچھا حضور یہ کیا بات ہے سر کیوں جھکا دیا؟ فرمایا یہاں ایک درخت ہے اس کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں سواری پر جب کوئی سے گزرتا ہے اس کے سر پر لگتی ہیں اس لئے سر جھکا دیا۔ خادم نے عرض کیا حضرت اس جگہ تو قریب بھی کوئی درخت بھی نظر نہیں آ رہا چہ جائیکہ یہاں ہو، فرمایا یہیں ٹھہر جاؤ اونٹ سے اتر گئے اور فرمایا قریب گاؤں میں جا کر اگر ثابت ہو جائے کہ یہاں ایسا درخت تھا تو درست ہے ورنہ میرا خیال غلط ہے تو میں آیندہ کے لئے حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا کہ میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے حافظے میں فرق آ جائے تو حدیث بیان کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ وہ خادم قریبی آبادی میں گیا اور تحقیق کی تو بوڑھوں نے واقعی یہاں ایسا درخت تھا کسی زمانے میں مگر سالہا سال گزر گئے وہ تو کٹ چکا اس کا نام و نشان بھی نہیں رہا۔ یہ حافظے تھے ان حضرات کے۔ نظر نہیں آ رہ لیکن چلتے چلتے ٹھیک اسی جگہ جھک جاتے ہیں جہاں درخت تھا۔ یہ چند مثالیں دیدیں۔

اصل سبب:

سنیئے اصل وجہ کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے سب سے زیادہ جس چیز کی حفاظت کا اہتمام کیا وہ آپ ﷺ کے ارشاد فرمودہ احکام تھے اس لئے کہ بعثت کا حقیقی مقصد ہی دین وشریعت کے احکام ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی رضا حاصل کرنے کے طریقے بتانا ان کو جہنم کی گہرائیوں سے نکال کر جنت کے محلات میں پہنچانا اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا یہ آپ ﷺ کا مقصد تھا اس کی تفصیل آگے چل کر بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سلف کا جذبہ ءحفاظت دین:

صحابہ کرامؓ نے سب سے زیادہ جس چیز کو یاد رکھنے پر زور دیا ہر قیمت پر جس کی حفاظت کی اور تمام جزئیات کو محفوظ کیا اور امت تک پہنچایا وہ ہے آپ ﷺ کی احادیث کا ذخیرہ پہلے یہ بات سینوں میں محفوظ رکھی پھر جہاں حافظوں میں فرق اور ضعف محسوس کیا تو تحریر وکتابت کے ذریعے حدیث کی تدوین شروع کی ۹۹ ہجری میں عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کا بیڑہ اٹھایا اس وقت سے احادیث کتب میں محفوظ کردی گئیں، اس معاملے میں ان حضرات کی دیانت واحتیاط اور احادیث کی صحت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آج سے تقریبا سوسال پہلے آنحضرت ﷺ کے وہ مبارک خطوط جو آپ ﷺ نے کفار بادشاہوں کو تحریر فرمائے تھے وہ اصل خطوط دستیاب ہوگئے ان اصل خطوط کے جو فوٹو شائع ہوئے تو ان میں اور محدثین جو کتب حدیث میں یہ خطوط درج کرگئے ان میں ایک حرف کا فرق بھی نہ نکلا۔ چودہ سوسال گزرنے پر بھی وہ حدیث جوں کی توں محفوظ ہیں ایک حرف کا فرق بھی نظر نہ آیا۔ یہود و نصاریٰ نے تو آسمانی کتابوں کا ایسا حلیہ بگاڑا کہ حقیقت کا پتا لگانا ناممکن ہوگیا مگر یہاں قران کریم تو الگ رہا رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کی حفاظت کا یہ عالم کہ اب ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔

صحابہ کرامؓ کی توجہ کا مرکز وہ احادیث رہیں جن میں احکام شرعیہ بتائے گئے ہیں سب سے زیادہ ان کی حفاظت کی، پھر دوسرے نمبر پر جنت جہنم کا ذکر، اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے حالات، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور احسانات کا بیان، محسن اعظم ﷺ کے احسانات، کمالات اور حسن وجمال کا ذکر ان چیزوں کی معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے اطاعت پیدا ہوتی ہے معصیت اور نافرمانیوں سے نجات مل جاتی ہے سب سے آخری درجہ میں وہ چیزیں بیان کیں جو محض محبت پر مبنی ہیں، محبوب کے حالات میں سے ہر حالت معلوم کرنے کا شوق ہوتا ہے جیسے آپ ﷺ کی ولادت اور وفات کی تاریخ، آپ ﷺ کو نبوت کتنی عمر میں ملی، نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں کتنے سال قیام فرمایا اور پھر مدینہ منورہ میں کتنے سال فلاں فلاں سفر میں کہاں کہاں قیام فرمایا۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے عشق ومحبت کہ یہ حال کہ یہاں تک بھی بتادیا کہ آخر عمر میں آپ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک میں سفید بال کتنے تھے۔ یہ سب کچھ ان سے محبت نے کرایا ایک تو یہ حضرات تھے کہ محبوب ﷺ کی ایک ایک حالت کو اس درجہ احتیاط واستیعاب کے ساتھ محفوظ کررہے ہیں۔

آج کل کے عشاق:

آج بھی عشق ومحبت کے دعویداروں کی کمی نہیں لیکن حالت یہ ہے کہ محبوب ﷺ کی مبارک صورت سے بھی وحشت اور نفرت، ایسے دلوں میں ایماں کیسے رہ سکتا ہے؟

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

ہاں آگے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ولادت اور وفات کی تاریخ کے ساتھ کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں تھا کہ ان کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا جاتا تو تقاضائے محبت سے ہی محفوظ کرلیتے کہ ہمارے محبوب ﷺ فلاں تاریخ کو پیدا ہوئے فلاں تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے اور فلاں تاریخ کو رحلت فرمائی، ایسا کیوں نہ کیا؟ سنیئے! اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے جان بوجھ کر ولادت اور وفات کی تاریخ کا ذکر نہیں فرمایا یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی بھلوادیا اس اس کی بڑی حکمت ہے وہ یہ کہ ولادت پر بدعات اور خرافات کا سلسلہ شروع ہوجاتا اور وفات پر رونے دھونے کا سلسلہ۔ ظاہر ہے دونوں چیزیں شریعت کے خلاف ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں تاریخیں بھلواکر ان بدعات کی جڑ ہی کاٹ دی اور یہ توجیہ کچھ

مستبعد نہیں اس کی دوسری مثال ہمارے سامنے ہے کہ بیعت رضوان جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرة فعلم ما قلوبھم فانزل السکینة علیھم و اثابھم فتحاقریبا﴾ (۴۸۔۱۸)

’’بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دے دی ظاہر ہے یہ بیعت جس درخت کے نیچے ہوئی وہ بڑا مبارک درخت تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے ہی سال یہ درخت صحابہ کرامؓ کے ذہنوں سے نکال دیا انہیں بھلوا دیا صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے سال ہم نے اس کو بہت تلاش کیا مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا، اللہ تعالیٰ نے ذہنوں سے بالکل بھلوا دیا کہ آنے والے لوگ کہیں اس کی پوجا پاٹ نہ شروع کر دیں صحابہ کرامؓ کو ہزار کوشش کے باوجود نہ ملا مگر لوگ کہاں چھوڑتے ہیں کسی ایک درخت کو ہی پکڑ لیا اور مشہور کر دیا کہ یہی ہے وہ مبارک درخت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فوراً کٹوا دیا اور فرمایا کہ یہ وہ درخت تو ہے نہیں مگر تم لوگوں نے وہی قرار دیا اس لئے لو ہم اس کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ آج اگر عمرؓ ہوتے تو ان جلسہ جلوس کرنے والوں کو مار مار کر مار مار کر ایسا سیدھا کرتے کہ آئندہ کبھی قیامت تک پھر نام نہ لیتے یا اللہ! اب بھی کوئی عمر پیدا فرما دے، ایسے مواقع پر ہم نیت کا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں اگر ہمیں مل گئی حکومت تو ان شاء اللہ مار مار کر ان لوگوں کا دماغ درست کر دیں گے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے ذہنوں کو اس طرف متوجہ ہونے ہی نہیں دیا کہ اس تاریخ کو یاد رکھیں اور کسی کو اگر یاد تھی تو بھلوا دی اور اس میں حکمت و مصلحت ظاہر ہے کہ اگر صحیح تاریخ محفوظ ہوتی تو لوگ جو خرافات کرتے بدعات کرتے اسی مبارک تاریخ کو کرتے مگر اس کے باوجود مسلمان کہاں باز آتا ہے، کہاں ہاتھ سے جانے دیتا ہے جلسے جلوسوں کی رونق کو، حلوے اور قورمے کی لذت کو، ایصال ثواب کے سنہری مواقع کو، اس نے سوچا کہ اگر ولادت اور وفات کی صحیح تاریخ نہیں ملتی تو نہ ملے کسی کو تو پکڑ ہی لو، آخر ۱۲ کو پکڑ لیا اور ہنگامے شروع کر دیئے اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کہ اپنے حبیب ﷺ کی ولادت اور وفات کی صحیح تاریخیں ان خرافات سے بچالیں ولادت کی صحیح تاریخ تھی ۸ مگر یہ منا رہے ہیں ۱۲ کو، ان کو جتنا بھی کوئی سمجھائے کبھی باز نہیں آئیں گے، غلطی پر ہی اڑے رہیں گے۔ میں نے صحیح تاریخ بتا دی اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ اس تاریخ کو کوئی ہنگامہ نہیں ہوگا اگر یہ خطرہ ہوتا کہ اس میں بھی کوئی کرنے لگے تو کبھی نہ بتاتا۔ لوگوں نے ولادت کے اصل مقصد کو سمجھنے کے بجائے اس تاریخ کو ہنگامے کرنا شروع کر دیئے

رسالت کا حقیقی مقصد:

میں نے بیان کے شروع میں قران کریم کی جو آیات پڑھی ہیں ان میں پہلی چار آیات سورہ احزاب کی ہیں اور ان کے بعد تین آیات سورہ فتح کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان فرمایا ہے اس لئے بقدر ضرورت مختصراً ان کی کچھ تشریح کرتا ہوں

یا یھا النبی نبی کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام بتانے والا، اسمیں تنبیہ فرما دی کہ آپ ﷺ کا ہر حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے آپ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت فرض ہے

انا ارسلناک: بلاشبہ آپ کو ہم نے بھیجا ہے، یعنی یہ بات محقق، یقینی اور پکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں، اس لئے آپ ﷺ کا ہر ارشاد واجب التعمیل ہے، کسی بات میں بھی آپ کی نافرمانی جائز نہیں۔

شاھدا: ہم نے آپ کو عام انسانوں کی صورت میں اس طرح بھیجا ہے کہ آپ سب کے حالات ان کے آنکھوں کے سامنے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کوئی لکھی لکھائی کتاب نازل فرما دیتے، جیسے کہ مشرکین اس کا مطالبہ کر رہے تھے، تو وہ لوگ اس کتاب کے سمجھنے میں اختلاف کرتے، اس لئے رسول پر کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ اس کی تشریح کرے امت کو سمجھائے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ویعلمھم الکتاب و الحکمة﴾

’’اور ان کو کتاب اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں‘‘

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وا نزلنا الیک الذ کر لتبین للنا س ما انز ل الیھم و لعلھم یتفکرون﴾ (۱۶۔۱۲۹)

”اور آپ پر یہ کتاب اتاری ہے تا کہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں تا کہ وہ فکر کیا کریں۔“

مشرکین کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جائے، اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ مطالبہ بھی پورا فرمایا، اس لئے کہ لوگ یوں کہتے کہ فرشتے کا اتباع ہمارے بس کی بات نہیں، وہ تو لوازم بشریت نہیں رکھتا، اس کو کھانے پینے، سونے اور بول و براز کی حاجت نہیں، کمانے کی ضرورت نہیں، بیوی بچے نہیں رکھتا، تھکتا نہیں، اس میں قوۃ شہوانیہ وقوۃ غضبیہ نہیں، گناہوں کے تقاضے ہی اس میں نہیں، ہمارے اندر تو یہ سب لوازم موجود ہیں، ہم فرشتے کا اتباع کیسے کر سکتے ہیں؟

لوگوں کی اس حجت کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے بجائے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ان تمام لوازم بشریت کے ساتھ جو عام انسانوں کے ساتھ ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ یہ کہ عام انسانوں کی ایک بیوی یا زیادہ سے زیادہ چار بیویاں ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بیک وقت نو بیویاں، غرضیکہ آپ ﷺ کی صفات میں سے ایک صفت شاہد لانے کا مقصد رسالت بتانا مقصود ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال واحوال سے احکام الٰہیہ معلوم کرے ان کا اتباع کیا جائے۔

ومبشراً و نذیراً: آپ ﷺ احکام الٰہیہ کا اتباع کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کی بشارت دینے والے ہیں اور نافرمانوں کو دنیا و آخرت کی رسوائی اور عذاب سے ڈرانے والے ہیں، اسمیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے عذاب سے ڈراتے رہنا فرض ہے، صرف فضائل پر عمل کرنا اور ان ہی کی تبلیغ پر اکتفاء کرنا کافی نہیں، ہر قسم کے گناہوں اور نافرمانیوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش میں لگے رہنا فرض ہے، اس میں غفلت کرنے والوں کے بارے میں قران و حدیث میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں جن کی تفصیل بتاتا ہوں۔

آگے کی آیات میں بیان فرمودہ صفات میں بھی مقصد رسالت یہی بیان کیا گیا ہے کہ احکام الٰہیہ کا اتباع کیا جائے۔

فلا تطع الکافرین ....وکیلا: اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے روکنے پر لوگ مخالفت کریں گے، دشمن ہو جائیں گے، طرح طرح کی تکلیفیں دیں گے اور ایذا پہنچائیں گے آپ ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کریں، منکرات اور نافرمانیوں سے روکنے کی تبلیغ کو ہرگز نہ چھوڑیں، ان کی مخالفت اور عداوت سے ہرگز نہ ڈریں، اللہ پر توکل رکھیں اور منکرات کو چھوڑنے کی تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہیں اس میں کوتاہی کی ہرگز اجازت نہیں اس کے بعد سورہ فتح کی آیات:

انا ارسلناک ....اصیلا : اس میں مقصد رسالت یوں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے پھر اس کے نتیجے سے خبردار فرمایا کہ نافرمانوں کے لئے دنیا و آخرت کی رسوائی ہے اور فرمانبرداروں کے لئے دونوں جہانوں کی کامیابی۔

حاصل یہ کہ بعثت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کا اتباع کیا جائے اور سچی محبت کا معیار اور کسوٹی یہی ہے کہ محبوب کہ ہر حکم کی اطاعت کی جائے اور ہر نافرمانی سے بچا جائے چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی بلکہ اس کے تصور سے بھی شرم آ جائے۔ سچی محبت کیسی ہوتی ہے اس پر ایک قصہ سنئے۔

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ استقبال کے لئے نکلتے اور انتظار کر کے واپس چلے جاتے چھوٹی بچیاں بھی گھروں کی چھت پر چڑھ کر روزانہ دیکھتیں رہتیں، کئی دن انتظار کے بعد جب نظر پڑھی تو کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اس وقت بچیوں نے کچھ اشعار پڑھے، یا اللہ! ان بچیوں کے دلوں کی کیفیت کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرما ۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت بالا مر المتاع

یہ معصوم بچیاں بھی سمجھتی تھیں کہ ولادت کا مقصد کیا ہے کہتی ہیں اے ''ثنیات الوداع'' کی طرف سے ابھرنے والے چودھویں کے چاند۔ اس پہاڑ کا نام ''ثنیات الوداع'' تھا اس لئے کہ لوگوں کو یہیں سے وداع کیا جاتا تھا۔

وجب الشکر .... قیامت تک ہماری گردنیں شکر سے جھکی ہیں، مگر شکر کیسے ادا کریں گے؟ شکر کھا کر نہیں، آجکل مٹھائیاں کھا کر شکر اداء کرتے ہیں یہ شکر نہیں، شکر کیسے اداء کیا جاتا ہے۔

ایھا المبعوث .... اے وہ ذات جو ہماری ہدایت کے لئے ہم میں مبعوث کی گئی تیرے امر کی اطاعت کی جائے گی، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کا جو حکم ہوگا ہم اسے بجالائیں گے، دل و جان سے اطاعت کریں گے یہ ان بچیوں کے جذبات تھے وہ خوب سمجھتی تھیں کہ رسالت کا مقصد رسول کی اطاعت ہے، یا اللہ! ان بچیوں کے دل میں جو محبت تھی، جو جوش محبت تھا ہمیں بھی عطا کر، ہمیشہ بتاتا رہتا ہوں مگر ابھی اللہ تعالیٰ نے عجیب مطلب دل میں ڈال دیا:

﴿**اللھم ارزقنا حبک و حب من یحبک وحب عمل یقرب الیٰ حبک**﴾ (ترمذی، مستدرک)

یا اللہ! ہم سب کو اپنی محبت عطا فرما، اپنی محبت والوں کی محبت عطا فرما اور ایسے اعمال کی محبت عطا فرما جو تیری محبت سے قریب کردیں۔ دوسرے جملے کے ظاہری معنی تو ہیں اہل محبت کے ساتھ محبت عطا فرما مگر میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مطلب ڈالا کہ یا اللہ اہل محبت کے دلوں میں جو محبت تو نے بھر دی ہے اپنی وہ محبت ہمیں بھی عطا فرما، عربی الفاظ میں اس معنی کی بھی گنجائش ہے۔ اب تک تین چیزوں کا بیان ہوا پھر دھرا لیجئے:

(۱) ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ نہ تاریخ ولادت ہے نہ تاریخ وفات۔
(۲) صحابہ کرامؓ کے دور میں ہنگامے نہیں تھے، اگر ہوتے تو صحیح تاریخ کا بھولنا ممکن نہ ہوتا۔
(۳) صحابہ کرامؓ نے صحیح تاریخ اس خطرے کے پیش نظر محفوظ نہیں فرمائی کہ لوگ اس میں بدعات وخرافات کے ہنگامے کریں گے۔

اس بدعت کی ابتداء:

رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین تبع تابعین اور ائمہ دینؒ بلکہ ان کے بعد چھ سو سال تک دنیا میں کہیں بھی اس بدعت کا نام ونشان نہیں تھا، ساتویں صدی ۶۰۴ ہجری میں ایک بہت بڑا بے دین اور عیاش بادشاہ مظفر الدین کوکری بن اربل گزرا ہے اس نے اپنی عیاشیوں اور بدمستیوں کو تادیر قائم رکھنے کے لئے اپنی حکومت کو طول دینا ضروری سمجھا تو رعایا کو اپنی طرف مائل کرنے کے، اپنی عظمت قلوب میں بٹھانے اور دین سے لگاؤ کا تاثر دینے کے لئے کوئی دینی ڈھونگ رچانے کو بہترین حربہ خیال کیا، چنانچہ اس نے ربیع الاول میں جشن میلاد اور مجلس میلاد کی بدعت ایجاد کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس مقصد میں پوری طرح کامیابی کے لئے اس مکار اور چالاک بادشاہ نے ایک زبردست ترکیب اختیار کی، وہ یہ کہ بیت المال کے خزانہ سے طبقہ علماء سوء کو خریدنے کی کوشش کی جو ہمیشہ دین کو بیچ کر دنیا کھانے کے لئے منہ پھاڑے رہتے ہیں چنانچہ اس طبقہ کہ ایک مکار و کذاب، ائمہ مجتہدین وعلماء کی شان میں گستاخی کرنے والے، فحش گو، متکبر اور دنیا پرست مولوی عمر بن دحیہ ابوالخطاب نے اس بدعت کے جواز کے لئے مواد اکھٹا کرنے کا کارنامہ انجام دیا اور ہوس پرستی میں اپنے مقتدیٰ سے ایک ہزار دینار کا صلہ پایا۔

(تاریخ ابن خلکان، دول الاسلام للذہبی، لسان المیزان لابن الحجر)

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے سچ فرمایا۔

وهل افسد الدين الا الملوک
واحبار سوء ورهبانها

”ہوس پرست بادشاہوں، دنیا پرست مولویوں اور جاہل صوفیوں نے مل کر تباہ کر دیا“۔

اب ایک بہت اہم بات سنئے۔

ایک اہم بات:

سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ چیزیں جب رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہوئیں، نہ صحابہ کرامؓ کے دور میں، نہ ائمہ مجتہدین کے وقت میں پھر لوگ کیوں کرتے ہیں؟ آخر ایسا کام کرتے کیوں ہیں؟ جو اسلام میں کسی نے بھی نہ کیا، کہتے ہیں آجکل سائنس کا زمانہ ہے سائنس کے معنی ہیں عقل، آج کا انسان بڑا عقلمند انسان کہلاتا ہے حتیٰ کہ دین کے معاملے میں بھی اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا رہا ہے عجیب عجیب باتیں لوگ ہم سے پوچھتے ہیں، رات کی نمازوں میں قراءت آواز سے کیوں ہے؟ دن کی نمازوں میں آہستہ کیوں ہے؟ یہ تو عقل کا زمانہ ہے عقلمند انسان کوئی بھی کام کرتا ہے تو سوچ سمجھ کر کرتا ہے کہ اس میں حکمت کیا ہے۔ یہاں بھی کوئی معمولی کام نہیں ہو رہا اتنے بڑے مصارف، اس قدر محنت ومشقت، اتنے بڑے بڑے ہنگامے، آخر یہ اتنا بڑا کام کیوں کر رہے ہیں؟ سنئے! اگر بات سمجھ میں آگئی تو ان شاءاللہ ذریعہ ہدایت ہوگی اللہ تعالیٰ دلوں میں اتار دے۔

غور وفکر کے بعد میرے سمجھ میں اس کی تین وجہیں ہوسکتیں ہیں:
آپ لوگ بھی سوچیں دوسروں سے بھی پوچھیں بلکہ ان ہنگامہ کرنے والوں سے دریافت کریں کوئی نئی بات اس کے علاوہ سامنے آئے تو مجھے بھی بتائیں، پہلی بات اس کو حکم شریعت سمجھ کر کرتے ہونگے۔

بدعت میں کیا کیا مفاسد ہیں:

اللہ کے بندے! یہ کیسا حکم ہے جو نہ اللہ تعالیٰ نے بتایا، نہ اللہ کے حبیب ﷺ نے بتایا، نہ صحابہ کرامؓ نے کیا، نہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ دینؒ میں سے کسی سے اس کا ثبوت ہے، غرض اللہ کی شریعت میں اس کارخیر کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا اپنی طرف سے گھڑ لیا؟ یا تو یوں کہیں نعوذ باللہ! اس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا ورنہ وہ ضرور حکم دیتے یا پھر اللہ تعالیٰ نے حکم تو دیا لیکن معاذ اللہ! جبریلؑ نے خیانت کی، رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچایا، یا جبریلؑ سے راستے میں شیطان نے چھین لیا، جبریلؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذی قوة عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین﴾ (۸۱۔۲۰،۲۱)

جبریلؑ بڑی قوة والے ہیں اور امین بھی ہیں، نہ شیطان کی ڈکیتی کا احتمال ہوسکتا ہے نہ ہی خیانت کا۔

اور قران کریم کے بارے میں فرماتے ہیں اس میں کوئی ردوبدل اور قطع وبرید ممکن نہیں۔

﴿وانه لکتاب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید﴾

” اور یہ بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے نہ اس کے پیچھے کی طرف سے، یہ خدائے حکیم ومحمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے“

یا یہ کہیں گے جبریلؑ نے رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے امت کو نہیں بتایا گویا معاذ اللہ دین پہنچانے میں خیانت کی، یا پھر یہ کہ آپ ﷺ نے تو امت کو بتا دیا لیکن صحابہ کرامؓ نہیں سمجھے، عمل نہیں کیا، غفلت برتی۔ آحر جس بات کا زمانہ خیر القرون میں دور دور تک پتہ ہی نہیں ملتا اس کی توجیہ کیا کریں گے سیدھی سی بات ہے کہ یہ کارثواب نہیں اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت بنانا ہے یہ بڑا بھیانک حکم ہے، کوئی شخص کسی حکومت میں رہتے ہوئے جو شخص اپنی حکومت قائم کرلے وہ باغی کہلاتا ہے اسے کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جاسکتا کسی کو ثواب یا گناہ بتانا اللہ کا

کام ہے، اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے کوئی چیز اسکے علم سے باہر نہیں، کیا اللہ تعالیٰ کو اس کارِ ثواب کا علم نہیں تھا؟ یاد رکھئے! بڑے سے بڑا گناہ بھی چھوٹی سے چھوٹی بدعت کے مقابلے میں چھوٹا ہے اور یہ تو بہت بڑی بدعت ہے، اللہ کے دین میں دخل اندازی ہے، چھوٹی سے چھوٹی بدعت سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنم لے جانیوالی ہے، کیوں؟

وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص بدکاری کرتا ہے، چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے یا ان سے بڑھ کر قتل کا مرتکب ہوتا ہے یہ نافرمان تو ضرور ہے، مجرم ضرور ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت قائم کر رہا ہے، نافرمان ہے گناہ گار ہے اللہ تعالیٰ چاہیں تو معاف مادیں لیکن جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے تو نہیں بتایا مگر میں بتاتا ہوں میں اس میں ثواب سمجھتا ہوں بتایئے یہ ''میں'' کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں لایا یا نہیں؟ خود کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھرایا یا نہیں؟ یہ کتنی بڑی بات ہے، کیا یہ جرم قابل معافی ہے؟ آخرت میں ایسے لوگوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ حوض کوثر پر پانی پلا رہے ہوں گے اس دوران آپ ﷺ دیکھیں گے کہ بدعیتوں کی ایک جماعت کو فرشتے مار مار کر ہٹائیں گے۔

آنحضرت ﷺ ان کے چہروں سے یہ سمجھیں گے کہ یہ مسلمان ہیں، فرشتے جواب دیں گے یارسول اللہ! آپ ﷺ کو علم نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد امت میں ایسی جماعت پیدا ہوئی تھی جن کی صورتیں مسلمانوں کی سی تھی مگر سیرت مسلمانوں سے الگ۔ انہوں نے نئی نئی بدعات اپنی طرف سے گھڑیں، نئی باتیں اللہ کے دین میں داخل کیں ایسی ایسی باتیں جن کا نہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا نہ آپ ﷺ نے حکم دیا **لا تدری ما احدثوا بعدک** آپ ﷺ کو معلوم نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد انہوں نے کیا کیا بدعات ایجاد کیں، کیسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت قائم کی، یہ باغی ہیں انکے بارے میں آپ ﷺ کی سفارش بھی قبول نہیں ہوگی، آپ ﷺ فرمائیں گے **سحقا سحقا** ان کو دور ہٹاؤ دور ہٹاؤ بدعتی کا انجام یہ ہوگا بدعت میں ایک بڑی خرابی بھی ہے کہ بدعتی کو مرتے دم تک اتنے بڑے جرم سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، جس جرم کو وہ کارِ ثواب سمجھتا ہوں اس سے توبہ کیسے کرے گا

لمحہ فکریہ:

یہاں ذرا ایک بات سمجھ لیں یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان لوگوں کی صورت دیکھ کر باور فرمائیں گے یہ میری امت کے لوگ ہیں ۔ جن لوگوں کی صورت ہی مسلمانوں کی نہیں وہاں انکا کیا ہوگا؟ ان کے بارے میں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ ﷺ کسی طرح بھی انکا اسلام قبول نہیں فرمائیں گے کہ یہ کیسے مسلمان ہیں جن کی صورت بھی ہم سے مختلف ہے؟ یہ میلادی لوگ صورت مسلمان کی سی رکھتے ہیں مگر اندر سے کچھ اور ہیں مگر جن کی صورت ہی مسلمانوں کی نہیں ان کو آپ ﷺ حوض کوثر سے کیسے پلائیں گے؟ سیرت کی پہچان تو صورت سے ہوتی ہے کسی کو بھیجا قربانی کا بکرا خریدنے وہ کتا پکڑ کر لے آیا، پوچھا جاتا ہے ارے تمہیں تو بکرا خریدنے بھیجا تھا یہ کیا پکڑ لائے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ دیکھو اس کے ''اس کے دو دانت دو دانت'' یہی کہا جائے گا کہ احمق اس کی تو بکرے کی صورت ہی نہیں دانتوں کو دیکھ کر کیا کریں

وہ دو ہوں خواہ آٹھ، پہلی چیز تو صورت ہے مگر وہ ایک ہی رٹ لگائے جاتا ہے کہ دو دانت دو دانت، دانت دکھانے سے بکرا تھوڑا ہی بن جائے گا، مسلمان کی پہچان اسلامی صورت سے ہوتی ہے پہلے اس کی صورت کو دیکھا جائے گا اگر صورت مسلمانوں کی سی ہے تو دیکھیں گے کہ اندر سے بھی مسلمان ہے یا نہیں، جس کی صورت ہی مسلمان کی سی نہیں وہ تو وہیں چھٹ گیا یا اللہ! تو ہدایت عطا فرما مسلمان کی صورت اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرما، جب صورت بن جائے تو اس صورت میں حقیقت بھی عطاء فرما ۔

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

ایک بات تو یہ ہوگئی کہ وہ ان خرافات کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں یہ بتا دیا کہ ثواب نہیں بلکہ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔

دوسری وجہ یہ بتا سکتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت ﷺ سے محبت ہے اور محبت یہ کام کرا رہی ہے، ہمارے دلوں میں محبت ہے اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں اور جو

نہیں کرتے ان کے دل محبت سے خالی ہیں، اس بارے میں بھی یہ بات سوچنے کی ہے کہ کیا صحابہ کرامؓ کے دلوں میں رسول ﷺ کی محبت نہیں تھی؟ کیا تمہاری محبت صحابہ کرامؓ کی محبت سے بڑھ کر ہے؟ کیا تم ان سے بڑے عاشق ہو؟ ان کی محبت پر تو اللہ شہادت دے رہے ہیں کہ وہ ہمارے بندے ہیں جنہیں ہماری محبت میں ہمارے محبوب ﷺ کی محبت میں کمال حاصل ہے ان کی محبت آپ لوگوں کی محبت کی بنسبت بدرجہا بڑھ کر تھی پھر کیا وجہ ہے تم سے محبت یہ کام کرا رہی ہے جلسے کرو جلوس نکالو، نعرے لگاؤ، مٹھائیاں کھاؤ ان کی محبت نے یہ تمام کام کیوں نہ کرائے؟ اگر واقعی یہ کہا جائے کہ محبت ہی تم سے یہ کام کرا رہی ہے تو سچا محبّ ہمیشہ اپنے محبوب کا فرماں بردار رہوا کرتا ہے، سراپا اطاعت ہوا کرتا ہے، اس کی نافرمانی کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

امتحان محبت میں کامیابی اور ناکامی کا معیار:

امتحان محبت میں کامیابی اور ناکامی کا معیار یہی ہے کہ دعوائے محبت اور محبت کے طریقے محبوب کی رضا کے مطابق ہیں یا خلاف؟ رسول اللہ ﷺ نے اظہار محبت کے جو طریقے ارشاد فرمائے اگر مسلمان اپنی محبت کو ان کے تابع رکھتا ہے تو محبت کے دعوے میں بالکل بجا ہے اور اگر اظہار محبت کے لئے ایسے انوکھے طریقے ایجاد کرتا ہے جو نہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے نہ صحابہ کرامؓ نے اختیار فرمائے تو یہ محبّ صادق نہیں، اپنے محبوب کا نافرمان ہے، محبّ کاذب ہے، ان لوگوں کے اظہار محبت کے تمام طریقے بھی ایجاد کردہ ہیں، معلوم ہوا یہ حقیقی محبت نہیں صرف دعوائے محبت ہے جو محبوب ﷺ کی رضا کے سراسر خلاف ہے، آپ ﷺ کی شریعت کے سراسر خلاف ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں ہمیں محبت مجبور کرتی ہے کہ یہ کام کرو، ذرا سوچئے! یہ عشاق سر سے لے کر ایڑی تک صورت اور سیرت میں محبوب ﷺ کے خلاف ہیں آخر محبت آپ سے کھانے پینے دعوتیں اڑانے، نعرے بازی اور جلسے جلوسوں کا کام تو کرواتی ہے دوسرے کام کیوں نہیں کرواتی؟ حضرت ابو محذورہؓ کا قصہ سنا چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تو انہوں نے پوری عمر بال نہیں منڈوائے اور ان محبت کے دعویداروں کو ڈاڑھی کے بال رکھنے کی بھی توفیق، دعویٰ محبت کا مگر زندگی سرتاپا شریعت کے خلاف، کھانے کمانے میں حلال و حرام کی تمیز نہیں، جائز و ناجائز کی پوچھ نہیں، عورتوں میں شرعی پردہ نہیں، گانے بجانے کی لعنت، تصویر کی لعنت، غرض زندگی کا ہر شعبہ معاصی میں اٹکا ہوا، یہاں محبت میں کچھ نہیں کراتی اگر کراتی ہے تو صرف یہی ہنگامے کرو نعرے لگاؤ اور دعوتیں اڑاؤ یہ عجیب بات ہے۔ یاد رکھئے محبت امتحان چاہتی ہے۔

﴿ولنبونکم حتیٰ نعلم المجاھدین منکم والصابرین﴾ (۴۷_۳۱)

’’اور دشوار کاموں سے ہم ضرور سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ظاہر طور پر بھی ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور ثابت قدم رہنے والے ہیں‘‘۔

﴿احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون﴾ (۲۹_۲)

’’کیا ان لوگوں نے خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لیں آئیں اور ان کو قسم قسم کے مصائب سے نہ آزمایا جائے گا‘‘۔

اللہ تعالیٰ کھول کھول کر سنا رہے ہیں **احسب الناس** .... ارے لوگوں نے کیا سمجھ لیا کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے اور امتحان دیئے بغیر یہ دعویٰ قبول کر لیا جائے گا، ہرگز نہیں، اللہ کے لئے ذرا اس آیت کو سامنے رکھ کر اپنے حالات کا جائزہ لیں یہ سورہ عنکبوت کی پہلی آیت ہے، قرآن پاک کھول کر پہلے دیکھ لیجیے پھر اپنا محاسبہ کیجیے، **احسب الناس** اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا زبردست اعلان ہے لوگوں نے خیال کیا کہ صرف **امنا** کہہ دینے سے امتحان دیے بغیر کامیاب ہو جائیں گے، یہ دعویٰ بغیر دلیل قبول کر لیا جائے گا ہرگز نہیں۔ یہ خیال دل سے نکال دیں اللہ تعالیٰ پہلے تمہارا امتحان لیں گے، کسوٹی پر پرکھیں گے اور خوب رگڑ رگڑ کر پرکھیں گے، اس امتحان میں جو کامیاب نکلا اس کا ایمان قبول ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں یہ کھوکلا دعویٰ منہ پر مار دیا جائے گا، اسے بار بار سوچئے **احسب** یہ کون کہہ رہا ہے۔ ایمان اور محبت کے دعوے تو سب میں مگر یہ ایمان زندگی میں کہاں نظر آ رہا ہے؟ شرعی پردے کا نام نہیں، گانے بجانے کی لعنت گلی گلی میں برس رہی ہے، تصویروں کی لعنت قدم قدم پر موجود، یہ صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی، اندر نہ باہر آخر یہ اسلام ہے کہاں؟ یہ تو وہی قصہ ہو گیا کہ ایک شخص تصویر گودوانے والے کے پاس گیا اور کہا

میرے بازو پر شیر کی تصویر گود دیجیے ایسا شاید لوگ اس لئے کرتے ہیں کہ تصویر بنانے سے ہم بھی شیر بن جائیں گے اس نے تصویر بنانا شروع کی پہلی سوئی چبھوئی تو ذرا سا درد ہوا یہ چلا اٹھا ٹھر جاؤ ٹھر جاؤ کیا بنا رہے ہو اس نے کہا یہ پاؤں بنا رہا ہوں، ارے شیر لنگڑا بھی تو ہوا کرتا ہے، پاؤں کے بغیر شیر بنا دو، اس نے پھر سوئی چبھوئی، ارے ٹھر جاؤ ٹھر جاؤ یہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ دم ارے! شیر تو لنڈورا بھی تو ہوتا ہے بغیر دم کے ہی بنا دو۔ اس نے پھر سوئی چبھوئی تو چیخا ارے ٹھرو ذرا ٹھرو یہ کیا بنا رہے ہو اس نے کہا کان، ارے! شیر بوچا بھی تو ہوتا ہے بغیر کان کے ہی بنا دو،

اس مصور نے جھنجھلا کر کہا اللہ کے بندے! ایسا شیر جس کے پاؤں نہ دم نہ کان ایسا شیر تو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا جا کر گھر میں بیٹھ، سوئی چبھوانے کی ہمت نہیں اور شوق آ گیا شیر بنوانے کا آج کل کے مسلمان بھی سبحان اللہ وہی شیر بنوانے والا مسلمان ہے، زبان سے بار بار یہی رٹ کہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان بھی ایسے ویسے نہیں محبّ اور عاشق مسلمان، ان سے ذرا پوچھیں مسلمان ہو تو مسلمان کی صورت کہاں گئی؟ ارے! یہ تو بہت مشکل کام ہے یہ کام ہم سے نہیں ہونے کا ویسے ہیں مسلمان، اچھا اگر مسلمان ہو نا جائز ذریعہ معاش کیوں نہیں چھوڑتے؟ مسلمان حرام نہیں کھاتا، اجی! بھوکے مر جائیں گے یہ باتیں چھوڑیئے ویسے ہوتے ہیں مسلمان ، اچھا شرعی پردہ ہے تمہارے گھر؟ مسلمان بے غیرت اور دیوث تو نہیں ہوتا، ارے! پردہ کیا تو گھٹ کر مر جائیں گے ایسا اسلام نہیں چاہئے ویسے ہیں مسلمان۔

اس پر ایک عورت کا قصہ سناتا ہوں، اس کی شوہر نے خود بتایا کہ میں نے بیوی کو ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا، شوق سے پڑھتی رہی اور جہاں پہنچی سورہ نور پر جس میں پردے کے احکام ہیں تو چلا اٹھی اور قرآن بند کر دیا، یہ قرآن ہمیں نہیں چاہئے تو مرتے دم تک سورنور نہیں بھولے گی شوہر نے بہت سمجھایا کہ ترجمہ اتنا سارا پڑھ گئی آگے بھی پڑھ لے، قرآن مجید ختم کرلے، توفیق ہو جائے تو عمل بھی کر لینا ورنہ پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ مگر اس کا ایک ہی جواب کہ نہیں یہ قرآن نہیں چاہئے یہ قرآن تو مسلمان کو صرف خوانی کرنے، لڈو کھانے اور چائے پینے کے لئے چاہئے، پردے کے لئے یہ قرآن تھوڑا ہی رکھا ہوا ہے۔ اس مسلمان سے پوچھئے تمھارا اسلام ہے کہاں؟ سر سے دیکھنا شروع کرتے ہیں ایڑی تک کوئی بات اسلام کی نظر نہیں آتی، آخر یہ اسلام کہاں چھپا رکھا ہے، صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی مگر دعویٰ اسلام کا عشق رسول اللہ ﷺ، اور اسلام بھی وہ چاہئے جسے خود پسند کرے۔ قرآن کی وہ آیات ، رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث جو اسے اچھی لگتی ہیں مزے دار معلوم ہوتی ہیں، خوب یاد رکھتا ہے۔

﴿قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فا تبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور الرحیم﴾

آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں بڑی عنایت فرمانے والے ہیں''۔

ایک حدیث کی تشریح:

کسی نے فون پر کہا ''حدیث میں ہے کہ آخر زمانے میں اسلام کے اگر دسویں حصے پر بھی عمل کر لیا تو نجات ہو جائے گی'' میں نے کہا یہ حدیث پڑھ پڑھ کر لوگ بغلیں بجا رہے ہوں گے کہ بس کامیاب ہو گئے جنت میں چلے گئے دسویں حصے پر تو عمل ہو ہی رہا ہے، اب کیا ضرورت ہے گناہ چھوڑنے کی، زیادہ محنت کرنے کی، شاید سب مسلمانوں نے یہ حدیث یاد کر رکھی ہوگی اور خوب خوشیاں مناتے ہوں گے اسے پڑھ پڑھ کر، سن لیجیے کان کھول کر کہ اس حدیث میں جس اسلام کے دسویں حصے کا ذکر ہے یہ وہ اسلام نہیں جسے آپ سمجھتے ہیں بلکہ وہ اسلام مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر اتارا جسے رسول اللہ ﷺ نے امت پر پیش کیا صحابہ کرامؓ، ائمہ دین رحمہم اللہ نے اس پر عمل کر کے دکھایا وہ کامل و اکمل دین مراد ہے، ظاہر ہے و آج کے کسی کامل متقی پرہیزگار مسلمان کا عمل بھی اس اسلام کے دسویں حصے پر نہیں عوام کی بات تو چھوڑیئے یہ سوچ سوچ کر بغلیں نہ بجائیں کہ ہم دسویں حصے پر عمل پیرا ہیں لہذا جنت ہاتھ سے کہیں نہیں جاتی یہ خیال دل سے نکال دیجیے دسویں حصے پر بھی عمل کرنا کوئی آسان بات نہیں،

چار سو سال پہلے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ اگر آج کوئی صحابی دنیا میں زندہ ہو کر آ جائے تو وہ آج کے حالات دیکھ کر کہے گا کہ دنیا میں کوئی مسلمان ہی نہیں، سب کافر ہیں کسی میں ایمان کا ذرہ نہیں اور دنیا والے یہ کہیں گے کہ یہ تو مکمل طور پر پاگل ہے، اس میں عقل کا ذرہ بھی نہیں یہ آج سے

چار سو پہلے کی بات ہے اس وقت کا اندازہ خود کر لیجیے ہر دن تباہی کی طرف جا رہا ہے، ہر رات تنزل میں جا رہی ہے۔

یہ عشاق کہتے ہیں کہ محبت ہم سے یہ سب کچھ کروا رہی ہے محبت کی سوئی کہیں چھونے تو دیجیے ذرا دکھایئے تو سہی یہ اسلام ہے کہاں، محبت کا آپ نے کون سا امتحان دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیاب قرار دے دیا اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو مجھے نبض دکھا دے دو منٹ میں پتہ چل جائے گا کہ کتنے پانی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فکر آخرت عطاء فرمائیں، دستگیری فرمائیں، اس کی دستگیری کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا یہ دو باتیں ہو گئیں۔

تیسری بات یہ ہو سکتی ہے کہ شاید کوئی کہنے والا کہہ دے ہمیں محبت ہے تو نہیں مگر محبت پیدا کرنے کے لئے آپ ﷺ کی محبت کی نقل اتارتے ہیں، شاید اس طریقے سے محبت پیدا ہو جائے اس کے بھی دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ اگر آپ واقعۃً محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو پھر محبت کے وہ نسخے استعمال کیوں نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ نے بیان فرمائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ائمہ دین رحمہم اللہ نے اس پر عمل کیا اور دلوں کو محبت سے لبریز کیا، اب بھی جو مسلمان سچی محبت پیدا کرنا چاہے تو اسکے لئے وہی نسخے ہیں، الحمد للہ! آپ سنتے رہتے ہیں یہاں بھی محبت کے نسخے بیان ہوتے رہتے ہیں بے شمار لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچا محبت ہو گئی جس سے گناہ چھوٹ گئے زندگیاں بن گئیں، مکمل طور پر نہ سہی کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہر آنے والا حاصل کر کے لے ہی جاتا ہے بہت سوں کی صورت مسلمان کی سی بن گئی سیرت بھی ان شاء اللہ بن جائے گی۔ تو اپنی طرف سے محبت کے نسخے ایجاد کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مجرب نسخے بیان فرما دیے ہیں محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے مگر طریقہ آپ ﷺ کا چھوڑ کر اختیار کر رہے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ واقعی محبت پیدا کرنے کے لئے نقل اتار رہے ہیں یہ نئے طریقے ایجاد کر رہے ہیں تو ہمیں ایسا شخص لا کر دکھا دیجیے جس نے ان جلسے جلوسوں کی وجہ سے نعروں اور ہنگاموں کی وجہ سے توبہ کر لی ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی نافرمانی سے باز آ گیا ہو، نسخہ تو جب استعمال کیا جاتا ہے کہ اس کا اثر بھی ہو اس سے فائدہ بھی پہنچے، ان جلسے جلوسوں کے نتیجے میں، میلادوں کے نتیجے میں کوئی ایسا شخص دکھایئے جس نے سالہا سال کے بعد ان کے ذریعے کوئی ایک گناہ چھوڑا ہو، صرف ایک شخص دکھایئے جس نے صرف ایک گناہ ہی چھوڑ دیا ہو، ہرگز نہیں دکھا سکتے، ایسے تو بہت ملیں گے جن کے گناہوں میں اضافہ ہو گیا ہو ہنگامے کر کر کے نافرمانیاں میں اضافہ ہو گیا ہو مگر ایسا کوئی ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گا جو کہے کہ ان ہنگاموں سے میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ مجھ سے فلاں گناہ چھوٹ گیا، یہ تین وجہیں کہ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں، محبت کرواتی ہے یا محبت پیدا کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں، مزید تحقیق کے نتیجے میں اور کوئی وجہ کسی کے سامنے آئے تو مجھے بتائے میں منتظر ہوں۔

میں نے جب غور کیا تو یہ سمجھ میں آیا کہ یہ تینوں وجہیں نہیں، تینوں دعوے غلط ہیں پھر آخر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اسکی بھی تین وجہیں سمجھ میں آتی ہیں:

ایک تو یہ کہ شیطان دین کا مقابلہ کرا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کو تسلیم کر لیا تو مصیبت میں پڑ جاؤ گے، پردہ کرنا پڑے گا، بہنوئی، نندوئی، چچا زاد، خالہ زاد اور سارے زاد چھوٹ جائیں گے، ساری دنیا چھوٹ جائے گی اس لئے آسان سی بات ہے کہ اپنی حکومت بنا لو۔

ایک سیاسی لیڈر نے ایک مرتبہ شور مچایا کہ ملک میں شکر بہت گراں ہو گئی ہے مقصد یہ تھا کہ اقتدار ہمیں مل جائے تو شکر سستی کر دیں گے، شکر سستی کرنے کا نسخہ یہ ہے کہ ہمیں ووٹ دو، آج کے مسلمان کو شیطان نے یہ سمجھا دیا کہ اللہ کی حکومت تو مشکل ہے اسکو تسلیم کر لیا تو مشکل میں پڑ جاؤ گے، اپنی ہی حکومت بنا لو، لگاؤ نعرے نکالو جلوس کھاؤ مٹھائیاں اور بن جاؤ پکے عاشقان رسول۔

دوسری وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ خود کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ ویسے تو مسلمان بننا بہت مشکل کام ہے نہ صورت مسلمان کی نہ سیرت مسلمان کی پھر کیسے ظاہر کریں کہ ہم بھی مسلمان ہیں عملاً مسلمان نہیں بنتے تو چلیں یوں ہی سہی۔

تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں منافقین کا کردار ادا کر رہے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿يخادعون الله وهو خادعهم﴾(۲_۹)

''چالبازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا انکو دینے والے ہیں''

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

﴿ومكروا مكراومكرنا مكرا و هم لا يشعرون﴾(۲۷_۵۰)

''اورانہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں۔''

آج کل کے مسلمان کی حالت:

کچھ لوگ سفر میں جا رہے تھے کھانے کا وقت آیا کام تقسیم کرلو کہنے لگے کوئی سوختے کے لئے لکڑی لائے کوئی پانی لائے کوئی سالن پکالے، ایک سے کہا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو پاتا کہیں کانٹا چبھ جائے گا، اچھا آٹا ہی گوندھ لو، کہنے لگا کہ یہ بھی نہیں جانتا پانی زیادہ پڑ جائے گا، اچھا سالن ہی پکالو یہ بھی نہیں جانتا جل جائے گا، اچھا روٹی پکالو کہنے لگا یہ تو بہت مشکل کام ہے جل کر مرجاؤں گا جب سب کچھ تیار ہوگیا تو ساتھیوں نے کہا اچھا کھا تو لو، کہنے لگا یار تم بھی کہو گے یہ ایسا نالائق ہے کہ کسی کام کا نہیں دوسرے کام تو کر نہ سکا چلو یہ کام کر ہی لوں۔

آج یہی کیفیت مسلمان کی ہے اور دین کی کوئی بات ہے نہیں، نہ مسلمان کی صورت، نہ شرعی پردہ، نہ حلال کی کمائی اور کوئی عمل، چلو یہ کھانے پینے اور نعرے بازی کا دھندہ تو اختیار کر ہی لو۔

دعاء

یا اللہ ہم سب کو ہدایت عطاء فرما، سچی محبت عطاء فرما، محبت کے صحیح نسخے استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرما۔

وصل اللهم و بارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی اله وصحبه اجمعين و الحمد لله رب العالمين